اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہلِ دانش کی جانب سے اس تلخ حقیقت کا اظہار مسلسل کیا جارہا ہے کہ دُنیا میں آلودگی خطرناک حد تک بڑھ چکی ہے، ذخائر آب روز بروز ناقابلِ استعمال ہوتے جارہے ہیں، سمندری حیات کو خطرہ لاحق ہے، فضا صاف نہیں، کرہَ ارض کی حفاظتی اوزون تہہ میں سوراخ ہوچکا ہے، سورج کی کرنیں براہ راست زمین پر پڑنے سے بیماریوں میں اضافہ ہورہا ہے اور دُنیا کا درجہ حرارت بحیثیت مجموعی بڑھ گیا ہے۔ اِس کے نتیجے میں موسموں میں تبدیلی آرہی ہے، جو ممالک پہلے سے خشک سالی کا شکار ہیں، اُن کی مشکلات میں مزید اضافے کا امکان ہے۔ صدیوں سے جمے ہوئے برفانی تودے پگھلنے لگے ہیں اور پانی کی زیادتی سے سمندروں کی سطح آب بلند ہورہی ہے۔ بعض جزائر کے مکمل طور پر ڈوب جانے کا خطرہ ہے اور سمندروں کے کنارے، ہنستے بستے بعض شہر صفحہَ ہستی سے ناپید ہوسکتے ہیں۔

یہ سب کچھ کیوں ہورہا ہے؟ اِس کا واضح اور واحد جواب یہ ہے کہ حضرت انسان نے نظامِ فطرت میں غیر ضروری مداخلت کی اور نظر بظاہر اپنی "خوشحالی" اور "روشن مستقبل" کے لیے کچھ اقدامات کیے۔ یقیناً خوشحالی آئی، اگرچہ یہ دُنیا کے ایک خاص حصّے اور اس میں کچھ مخصوص طبقوں تک محدود رہی، مگر اِس کے نتائج اُن کو بھی بھگتنا ہیں جنھوں نے اِس خوشحالی سے کچھ حاصل نہیں کیا۔

خوشحالی اور روشن مستقبل کی چاہت نے آبادی کو مناسب حدود میں رکھنے کے فلسفے کو جنم دیا۔ کہا گیا کہ آبادی جس تیزی سے بڑھ رہی ہے، زمین اِس کے لیے ضروری خوراک پیدا کرنے سے قاصر ہے۔ پیدا ہونے والا ہر بچہ محدود مقدار خوراک میں حصّہ دار ہوگا اور یوں "بلند معیارِ زندگی" کے گر جانے کا خطرہ ہے۔ گزشتہ ڈیڑھ صدی کے تجربات نے اِسے غلط ثابت کردیا ہے۔ ۱۹۸۰ء کے عشرے میں اقوامِ متحدہ کے ادارے "تنظیم برائے خوراک وزراعت" (Food and Agricultural Organization) نے جو اعداد و شمار جاری کیے تھے، اِن کے مطابق ایک عام آدمی کو روزانہ ۲۳۵۴ کیلوری خوراک کی ضرورت ہوتی ہے اور دُنیا بھر میں ۲۴۲۰ کیلوری فی کس کے حساب سے خوراک دستیاب ہے، نیز قدرتی ذرائع پیداوار میں اتنی صلاحیت موجود ہے کہ ضرورت پڑنے پر مزید خوراک مہیا کی جاسکے۔

خوراک کی یہ صورتِ حال اِس وقت ہے جب غذائی اجناس کی قیمتیں بلند رکھنے کے لیے ریاست ہائے متحدہ امریکہ (دُنیا میں غذائی اجناس پیدا کرنے والے ملکوں میں سرِ فہرست) اپنے کسانوں کو اِس